Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

حج میں استطاعت کا مسئلہ

محمد خالد مسعود

مقاماتِ مقدسہ کا سفر تقریباً تمام ادیان میں مذہبی حیثیت سے شامل رہا ہے لیکن اکثر لوگ سفر کی مشقت کے علاوہ صعوبت کی مزید صورتیں اختیار کر لیتے تھے اور انہیں دینی حیثیت دے کر اجر و ثواب کا سبب قرار دے لیتے تھے۔ سارا راستہ پیدل چل کر جاتے، ننگے بدن اور ننگے پاؤں چلتے، زادِ راہ کے بغیر چلتے، راستے میں بیمار پڑتے، بھیک مانگتے اور ان سب اضطراری اور اختیاری تکلیفوں کو ثواب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اسلام سے پہلے عرب کے جاہلی حج میں بھی ایسے ہی رسم و رواج جاری تھے۔ حضرت عکرمہؓ حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یمن کے لوگ حج کے لئے آتے تو کوئی زادِ راہ لے کر نہیں چلتے تھے۔ کہتے تھے ہم تو توکل پر عمل کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ مکے میں آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اسی پر آیت نازل ہوئی وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی (زادِ راہ لے کر چلو اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے[1] (سورہ بقرہ: ۱۹۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں اس تعبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ سفر حج کے لئے کچھ زادِ راہ لے کر چلا کرو اور اس قدر زادِ راہ بہتر ہے کہ جس سے سوال سے بچو چنانچہ اس کے شانِ نزول میں منقول ہے کہ یمن کے لوگ بغیر زادِ راہ کے سفر حج کرتے تھے اور خرچ ساتھ لینا مکروہ جانتے تھے پھر سوال کر کے حاجیوں کو دق کرتے تھے"[2]

اسلام رحمت اور فلاحِ انسانیت کا [illegible] ہے۔ اس نے عبادت کے ہر ایسے تصور کو ناپسندیدہ قرار دیا جس میں خود کو یا دوسروں کو [illegible]ف دینا دین سمجھا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو صرف اسی حد تک مکلف اور ذمہ دار ٹھہراتا ہے [illegible] حد تک ان میں طاقت [illegible] وسعت ہو۔ وہ طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا (لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

۱۔ صحیح بخاری۔ حصہ دوم (قاہرہ، [illegible]ریہ، ۱۳۱۱ھ) ص ۱۳۳

۲۔ تفسیر حقانی۔ جلد سوم (لاہور، ۱۹۵۱ء) ص ۴۲

(سورہ بقرہ: ۲۸۶) چنانچہ اسلام نے وہ تمام طریقے ختم کر دیئے جن میں محض ایذائے نفس کو عبادت سمجھا جاتا ہو علماء نے اس کی وضاحت بھی کر دی کہ عبادات میں جو مشقت وتکلیف اضطراری حد تک شامل ہے وہ خود مقصود نہیں۔

یہ اصول (یعنی الدین یسر) شریعت الٰہی کے تمام احکام میں کارفرما ہے لیکن زمانۂ جاہلیت کے حج میں چونکہ اس کی خلاف ورزی بے حد تکلیف دہ تھی اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر اس کی خصوصی طور پر بیخ کنی نہ کی گئی تو عبادات کا اسلامی تصور بھی جاہلی تصور کی نذر ہو جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے استطاعت کے اصول کا خاص طور پر ذکر کیا۔ ارشاد ہوا۔ وَ للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا: ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (سورہ آل عمران: ۹۷)

(لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے)

چنانچہ حج کے لئے استطاعت بنیادی شرط قرار پائی۔ لیکن استطاعت کا مفہوم زمانے کے حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے اس لئے استطاعت حج کے بنیادی مباحث پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم استطاعت کے لغوی معنی کے بعد قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ کی روشنی میں استطاعت حج کا بنیادی مفہوم متعین کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ اس کی روشنی میں آج کے حالات میں استطاعت کے معانی اور اس کے اطلاق کے تعین میں مدد مل سکے۔

استطاعت۔ لغوی معانی "استطاعت" کا اصل مادہ "طوع" ہے جس کے معنی حکم بجالانے اور ارادی اطاعت کے ہیں[1] طوع باب استفعال میں استطاعت ہو کر "طاقت" اور "قدرت" کے مترادف ہو جاتا ہے۔ تاہم علمائے لغت نے استطاعت کے مفہوم کو "طاقت" اور "قدرت" سے ممیز کیا ہے۔ امام جوہری نے "استطاعت" کو "طاقت" کے ہم معنی قرار دیا ہے۔ لیکن ابن بری نے دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ استطاعت کا مفہوم انسان کے لئے خاص ہے جب کہ "طاقت" کا لفظ انسان اور حیوان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے[2] زبیدی (صاحب تاج العروس) نے بھی اس کی تائید کی ہے اور عمرو بن معدیکرب کا شعر نقل کیا ہے[3]

۱۔ ابن منظور [لسان العرب، جلد ثامن (بیروت، ۱۹۵۶) ص ۲۴۲] طوع کو کرہ کا نقیض بیان کرتے ہیں۔ کلام عرب سے مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں هاد فلان طاعته غیر مکرہ چنانچہ طوع ایسی اطاعت کے مفہوم کا حامل ہے جس میں مجبوری شامل نہ ہو ورنہ وہ طوع کے مفہوم سے خارج ہو جائے گا۔

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، جلد ثامن (بیروت، ۱۹۵۶) ص ۲۴۲

۳۔ تاج العروس من جواهر القاموس، ج ۵ ص ۲۴۴، ۲۴۵

اذا لم تستطع امرا فدعه وجاوزه الی ما تستطیع

امام راغب اصفہانی (۵۰۲ھ) نے استطاعت کے مفہوم پر تفصیلی بحث کی ہے[1]۔ انہوں نے استطاعت کی تعریف یوں کی ہے "یہ ایسی چیز کی موجودگی کا نام ہے جس سے فعل عمل میں آتا ہے۔" امام راغب کے نزدیک استطاعت کا مفہوم "قدرت" سے بھی خاص ہے۔ استطاعت کے مفہوم میں چار ایسے عناصر شامل ہیں جن کی موجودگی سے انسان اس فعل کو کرنے کے قابل ہو جاتا ہے جس کا ارادہ کر رہا ہوتا ہے۔ (۱) فاعل کا مخصوص ارادہ (۲) فعل کا تصور (۳) فعل کو عمل میں لانے کے لئے مادہ کی استعداد (۴) آلۂ فعل۔ ان چاروں چیزوں کے موجود ہونے پر ہی فعل عمل میں آ سکتا ہے اور یہ بات "قدرت" کے مفہوم میں شامل نہیں۔ چنانچہ اسی لئے "استطاعت" کی ضد "عجز" ہے اور "قدرت" کی "ضعف"

استطاعت کے اس لغوی مفہوم کی روشنی میں استطاعت حج کے لئے بھی ان چار عناصر کی موجودگی ضروری سمجھی جائے گی۔ ان میں پہلے دو یعنی فاعل کے ارادے اور فعل کے تصور کے بارے میں تو کسی بحث کی گنجائش نہیں البتہ آخری دو کے بارے میں اکثر خلط مبحث رہتا ہے۔ ان ہی دو کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارشادات میں اور فقہا کو اپنی تشریحات میں بار بار وضاحت کرنی پڑی۔

<u>قرآن کریم اور تفاسیر</u> قرآن کریم میں استطاعت کا لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے تاہم اس مضمون کی نسبت سے سورہ آل عمران کی آیت وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا بنیادی اہمیت کی حامل ہے اس ضمن میں ہم چند اہم مفسرین کی تشریحات پیش کرتے ہیں

مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں دو مباحث کو مدنظر رکھا ہے اولاً استطاعت اور سبیل کے معانی کیا ہیں دوم آیا من استطاع الیہ سبیلا، وللہ علی الناس حج البیت کا بدل ہے؟

<u>استطاعت اور سبیل</u> حضرت عمرؓ، ابن بشار، عمرو بن دینار، ابن عباس، عطار، سعید بن جبیر اور حسن بصری رضی اللہ عنہم نے سبیل کے معنی زاد راہ اور سواری کے لئے ہیں[2]۔ ابن عباسؓ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "سبیل سے مراد ہے کہ آدمی تندرست ہو اس کے پاس راستے کا خرچ ہو اور سواری ہو"[3]

۱: المفردات فی غریب القرآن (کراچی کارخانہ تجارت کتب ۱۹۶۱) ص۳۱۳

۲: ابن جریر طبری جامع البیان عن تاویل آی القرآن (قاہرہ، دارالمعارف۔ ت۔ن) جزء ۷، ص۳۷۔۳۹

۳: ایضاً ص۳۸

حضرت عکرمہؓ کے نزدیک سبیل سے مراد صحت اور تندرستی ہے۔[1]

ابن زید کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ آدمی کے پاس خرچ جسم اور سواری تینوں کی طاقت ہو حتیٰ کہ اگر وہ جسمانی طور پر اتنا کمزور ہے کہ چل نہیں سکتا تو اس پر حج واجب نہیں اگرچہ مالی طور پر وہ مضبوط ہی کیوں نہ ہو۔

مفسرین کی ایک جماعت نے آیت میں لفظ استطاعت کا مطلب یہ لیا ہے انسان بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو، چاہے پیدل پہنچے چاہے سواری پر، تاہم ان کے نزدیک دوسرے موانع کی موجودگی (مثلاً راستے میں دشمن ہو یا پانی کی قلت ہو) استطاعت کو زائل کر دیتی ہے۔ یہ مفہوم ابن زبیر، ضحاک، عطار، عامر اور حسن نے لیا ہے۔[2]

امام شافعیؒ نے استطاعت کی دو قسمیں قرار دی ہیں اور اس ضمن میں سنت کے ساتھ ساتھ اجماع سے بھی دلیل لی ہے۔ ان کے نزدیک ایک استطاعت یہ ہے کہ آدمی خود اس قابل ہو کہ وہ سواری پر چڑھ سکے اور آنے جانے کا خرچ اس کے پاس ہو۔ دوسری استطاعت یہ ہے کہ وہ اتنی مالی استطاعت رکھتا ہو کہ کسی دوسرے کو حج پر بھیج سکے۔[2]

ابن القاسم، اشہب اور ابن وہب امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا حکم لوگوں کی طاقت اور آسانی کے اعتبار سے ہے۔ اشہب نے سوال کیا، کیا اس سے مراد زاد راہ اور سواری ہے؟ فرمایا نہیں خدا کی قسم یہ محض لوگوں کی طاقت پر ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راستے کا خرچ بھی ہوتا ہے اور سواری بھی لیکن آدمی میں چلنے پھرنے کی قوت نہیں ہوتی۔[3]

استطاعت کے مفہوم کی ان مختلف تعبیرات سے فقہی حکم کیا حاصل ہوتا ہے اس سے تو ہم بعد میں بحث کریں گے البتہ ان کے خلاصے کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہؓ، تابعین اور مفسرین کے نزدیک استطاعت کے مفہوم میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں:۔

(۱) جسمانی استطاعت	(۲) مالی استطاعت (آنے جانے کا خرچ)
(۳) سفر کے وسائل	(۴) راستے کا امن

استطاعت فرضیت کی شرط اکثر مفسرین کے نزدیک من استطاع الیہ سبیلا، الناس کے بدل

۱: ایضاً ص۴۲

۲: ایضاً ص۴۳

۳: امام شافعیؒ احکام القرآن (قاہرہ، ۱۹۵۱) جزء اول ص۱۱۳

۴: ابوبکر بن العربی، احکام القرآن (قاہرہ، ۱۹۵۷) قسم اول ص ۲۸۸

کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ امام طبری (۳۱۰ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :۔

"قول باری تعالیٰ من استطاع میں "من" "الناس" کے بدل کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس آیت کا مفہوم یوں ہے لِلّٰہ علی من استطاع من الناس سبیلا الی حج البیت حجۃ (لوگوں میں سے جسے حج بیت اللہ تک سبیل کی استطاعت ہو اس پر اللہ کی جانب سے حج فرض ہے) چونکہ آیت میں اس سے قبل "الناس" کا ذکر "من" سے پہلے ہو چکا تھا اس لئے من استطاع الیہ سبیلا کہہ کر اس کی وضاحت کر دی گئی کہ ان مذکورہ لوگوں پر ہی حج فرض ہے۔ کیونکہ یہ فرضیت سب کے لئے نہیں بلکہ بعض کے لئے ہے"۔ [1]

امام بیضاوی (۶۹۱ھ) نے بھی من استطاع الخ کو الناس کا بدل اور مخصص بیان کیا ہے۔ اس کی دلیل میں وہ ان مختلف احادیث کا حوالہ دیتے ہیں جن میں استطاعت کے معنی زادِ راہ اور سواری بیان کئے گئے ہیں۔ مزید برآں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے اقوال سے بھی استدلال کیا ہے جو اس تخصیص کے قائل ہیں۔ چنانچہ بیضاوی کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حج صرف اسی پر فرض ہے جو استطاعت رکھتا ہو [2]

ابوبکر ابن عربی (۵۴۳ھ) نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے البتہ مالکی علماء کے حوالے سے حدیث خوزی (اس کا ذکر بعد میں آئے گا) کی صحت میں شک کیا ہے کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آیت میں عموم آجائے گا اور تمام لوگوں پر حج فرض سمجھا جائے گا حالانکہ لوگوں کی اکثریت دور دراز ملکوں میں رہتی ہے اور ہر ایک کی استطاعت یکساں نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں اگر صرف زادِ راہ اور سواری کی شرط ہو تو مریض اور معضوب پر (یعنی ایسا کمزور آدمی جو سواری پر چڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو) حج فرض ہو جاتا لیکن امت کا اجماع ہے کہ ان پر حج فرض نہیں کیونکہ انہیں حج کی استطاعت نہیں [3]

خلاصہ کلام یہ کہ مفسرین کی اکثریت کے نزدیک اس آیت کا اطلاق عمومی نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق صرف ان پر ہوتا ہے جو استطاعت رکھتے ہوں۔ استطاعت کے معانی کے تعین میں البتہ ان کے ہاں اختلاف ہے اور اس کی بنیاد وہ احادیث و آثار ہیں جن سے مفسرین اور فقہا نے استدلال کیا ہے۔

احادیث | اس مضمون کی احادیث دراصل متن کے اعتبار سے صرف دو ہیں جو مختلف طرق سے بیان ہوئی

۱: طبری (محولہ بالا) ص ۴۶

۲: بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل (استانبول، عثمانیہ، ۱۳۱۴ھ) جزء اول ص ۲۲۱

۳: ابن عربی (محولہ بالا) ص ۲۸۹

ہیں اور انہیں ترمذی بیہقی، ابن ماجہ اور شافعیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے ان میں سے ایک حضرت ابن عمر سے روایت ہے اور دوسری حسن بصری نے مرسلاً روایت کی ہے۔ ابن عمر والی حدیث کی ایک روایت کی اسناد میں ابراہیم بن یزید الخوزی آتے ہیں اس لئے اکثر یہ حدیث خوزی کے نام سے معروف ہے۔

سنن بیہقی کے مطابق سفیان نے ابراہیم بن یزید الخوزی سے اور انہوں نے محمد بن عباد بن جعفر سے اور انہوں نے ابن عمر سے روایت کیا۔

قال، قیل یارسول اللہ ما السبیل الی الحج، قال: السبیل: الزاد والراحلۃ [1]

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حج کی سبیل سے مراد کیا ہے؟ فرمایا سبیل سے مراد راستے کا خرچ اور سواری ہے)

بیہقی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علمائے حدیث کے نزدیک ابراہیم بن یزید الخوزی ضعیف ہے اور اس کی روایت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے[2]۔ تاہم جہاں تک متن حدیث کا تعلق ہے وہ دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے جس سے اسے تقویت ملتی ہے۔ ابن ترکمانی (۷۴۵ھ) نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بیہقی کی تنقید کو مبالغہ قرار دیا ہے [3]

دوسری حدیث حضرت حسن بصری نے رسول اللہ سے مرسلاً روایت کی ہے:۔

سئل النبی عن السبیل: قال: الزاد والراحلۃ [4]

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سبیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ فرمایا: راستے کا خرچ اور سواری)

ان احادیث کی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے:۔

قال: قال رسول اللہ من ملک زادا وراحلۃ فلم یحج، مات یہودیا او نصرانیا [5]

(فرمایا۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ جس کی ملکیت میں زادِ راہ اور سواری ہوئی لیکن پھر بھی حج نہیں کیا تو وہ یہودی یا

۱: ابوبکر بیہقی، السنن الکبریٰ (حیدرآباد، ۱۳۵۰ھ) ج ۴ ص۳۲۷

۲: ایضاً ص۳۳۰

۳: ابن ترکمانی، حاشیہ سنن بیہقی (محولہ بالا) ص۳۳۰

۴: السنن الکبریٰ، محولہ بالا، ص۳۲۷

۵: طبری، محولہ بالا، ص۴۲

عیسائی ہو کر مرا)

بعض محدثین نے ان احادیث کے اطلاق میں غلو کیا اور دیگر امور کو نظر انداز کرتے ہوئے استطاعت کے مفہوم کو صرف زادِ راہ اور سواری تک محدود کرنے کی کوشش کی اس پر اکثر مفسرین اور فقہا نے ان سے اختلاف کیا[۱] اور اس کا ایسا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی جو ہر علاقے اور زمانہ کے مسلمان پر صادق آسکے۔

فقہاء کی آراء

مالکی فقہاء| مالکی فقہا نے استطاعت کی فقہی تعریف یوں کی ہے:۔

امکان الوصول الی مکۃ بلا مشقۃ عظمت و امن علی نفس و مال [۲]

(اس سے مراد کسی بڑی مشقت کے بغیر مکہ تک مال اور جان کی سلامتی کے ساتھ پہنچنا ہے)

مالکی فقہا کے ہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ استطاعت حج کی فرضیت کا سبب ہے یا شرط[۳] اور پھر جو اس کے شرط ہونے کے قائل ہیں ان میں اس بات پر اختلاف ہے کہ یہ شرط وجوب ہے یا شرطِ صحت۔

ابن خلیل کے نزدیک استطاعت وجوب حج کا سبب ہے لیکن ابن بشیر، ابن شاس، ابن حاجب، ابن عرفہ اور دیگر مالکی فقہا کے نزدیک استطاعت وجوب کی شرط ہے[۴]

۱۔ ملاحظہ ہو طبری ص۴۵ اور ابن عربی ص۲۸۸ جنہوں نے ان "اخبار" کو استدلال کے قابل نہیں پایا کیونکہ ان کی اسناد ضعیف ہیں۔

۲۔ مختصر ابن خلیل (پاریز، ۱۳۱۸ھ) ص ۵۲۔

۳۔ اصول فقہ میں سبب اور شرط میں یوں فرق کیا گیا ہے کہ السبب عبارۃ ما ھو طریق الی الشیٔ من سلکہ وصل الیہ (سبب اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شے کا راستہ ہو کہ جو اس پر چلے اس چیز تک پہنچ جائے) اور شرط کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: اسم لما یتعلق بہ الوجود دون الوجوب (اس چیز کا نام ہے جس سے کسی چیز کا وجود متعلق ہو نہ کہ وجوب۔ یعنی اس سے اس کے وجود کا وجوب متعلق نہ ہو) اصول فقہ میں اس فرق کو واضح کرنے کے لئے مثال دی گئی ہے کہ نماز کے حکم (اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس) میں زوالِ شمس "سبب" ہے۔ اور طہارت نماز کی شرط ہے۔ زکوٰۃ میں سال کا گذر جانا سبب ہے اور نصاب شرط ہے۔ حج کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ اس میں بیت اللہ سبب ہے اور استطاعت شرط ہے۔ اس اختلاف کا مطلب مختصراً یوں ہوا کہ جو لوگ استطاعت کے سبب ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک جب بھی استطاعت ہوگی حج فرض ہو جائے گا جب کہ دوسروں کے نزدیک حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے

۴: حطاب۔ مواہب الجلیل شرح مختصر ابن خلیل ج ۲ (قاہرہ: ۱۳۲۸ھ) ص۴۹۱ و ما بعد

استطاعت سے مراد کونسی چیزیں ہیں؟

ابن رشد نے کہا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ استطاعت سے مراد جسمانی اور مالی استطاعت اور راستے کا پُر امن ہونا ہے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک اگر پیدل چل کر پہنچنا ممکن ہو تو سواری شرط نہیں اور اگر راستے میں روزی حاصل کرنے کا ذریعہ ہو تو زادِ راہ بھی شرط نہیں خواہ بھیک مانگ کر ہی کرے[1]

مالکی فقہا نے اگرچہ امام مالکؒ سے اصولاً اتفاق کیا ہے یعنی ان کے نزدیک بنیادی شرط مکے تک پہنچنا ہے سواری اور زادِ راہ بنیادی شرط نہیں تاہم زادِ راہ کی توجیہ میں انہوں نے امام مالک سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ حطاب نے مالکی فقہا کی آرار بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مالی استطاعت سے مراد سفر حج کے دوران گھر سے غیر حاضری کے عرصے میں بیوی بچوں کے اخراجات اور گھر کے اثاثے کے علاوہ مکہ معظمہ تک آنے جانے اور راستے کے خرچ کی استطاعت ہے[2]

صرف یہی نہیں ابن القصار کے نزدیک اگر کوئی ظالم سلطان حج پر جانے کے لئے ایک مخصوص رقم بطور ٹیکس داخل کرنے کا حکم جاری کر دے تو مذکورہ بالا اخراجات کے علاوہ اس رقم کی استطاعت بھی شامل ہوگی۔ اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو حج واجب نہیں ہوگا[3]

شافعی فقہا: امام شافعی اصولاً اس کے قائل ہیں کہ اگر قرآن کی کوئی آیت مجمل ہو اور سنت میں اس کی تفسیر ملتی ہو تو قرآنی آیت کی اس تفسیر سے انکار ناممکن ہے[4] چنانچہ احادیث میں زادِ راہ اور سواری کی جو شرط بیان ہوتی اسے امام شافعی نے اپنے استدلال کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ کو اپنے معذور والد کی جانب سے حج کرنے کی اجازت دی[5] امام شافعی استطاعت کی دوسری صورت کی دلیل لاتے ہیں۔

چنانچہ امام شافعی کے نزدیک استطاعت دو طرح کی ہے (۱) ذاتی استطاعت (۲) نیابت کی استطاعت

ایک صورت یہ کہ ایک شخص کو جسمانی اور مالی استطاعت ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ خود حج کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مالی استطاعت تو ہے لیکن جسمانی استطاعت نہیں یعنی وہ سواری پر خود چڑھ اتر نہیں سکتا۔

۱۔ بدایۃ المجتہد، ج ۱ (قاہرہ، ۱۹۶۹) ص۲۳۳ (۲) حطاب، محولہ بالا ص۵۰۴

۳۔ التاج والاکلیل ج ۲ ص۴۹۸ ۴۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد محولہ بالا، ص۳۳۱

۵۔ حضرت فضل بن عباس سے روایت ہے کہ بنو خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر سوال کیا: یارسول اللہ میرے والد پر اللہ کی طرف سے حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ بہت بوڑھا ہے اور اونٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ رسول اللہ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے حج کرو۔

(جامع ترمذی، کانپور، مجیدی) ص۱۲۴

لیکن اگر وہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ کسی کو اپنی جگہ بھیج سکے تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ خود حج پر جائے[۱] لیکن اگر اسے یہ قدرت بھی نہیں تو اس پر حج فرض نہیں۔[۲]

مغنی المحتاج میں ذاتی استطاعت کی چار شرطیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) اتنا زادِ راہ جو اس کے سارے سفر کے لئے کافی ہو (۲) سواری

(۳) راستے کا امن (۴) سواری پر کسی کی مدد کے بغیر چڑھنے کی طاقت[۳]

حنبلی فقہاء حنابلہ کے ہاں بھی مباحث تقریباً وہی ہیں جو شوافع کے ہاں ہیں اس لئے ان پر الگ سے بحث کی ضرورت نہیں۔

حنفی فقہاء احناف کے ہاں استطاعت وجوب حج کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ تاہم حنفی فقہا اور اصولیوں میں ایک خفیف سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اصولیین کے نزدیک استطاعت وجوب کی شرط نہیں بلکہ وجوب ادا کی شرط ہے۔ اس کے برعکس فقہا کے نزدیک استطاعت اصلِ وجوب کی شرط ہے[۴]

حنفیہ کے نزدیک استطاعت کا مطلب ہے:۔

والقدرة على الزاد والراحلة يشترط ان يكون فاضلاً عن المسكن وعما لابد منه كالخادم و اثاث البيت و ثيابه لان هذه الاشياء مشغولة بالحاجة الاصلية و يشترط ان يكون فاضلاً عن نفقة عياله الى حين عوده[۵]

(استطاعت میں جو زادِ راہ اور سواری کی قدرت مراد ہے اس کی شرط یہ ہے کہ یہ مالی استطاعت گھر اور اس کے ضروری اخراجات مثلاً خادم، گھر کا سامان اور کپڑے وغیرہ کے علاوہ ہو کیونکہ یہ اشیاء بنیادی ضرورتوں میں شمار ہوتی ہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ یہ استطاعت اس کی واپسی تک بیوی بچوں کے اخراجات کے علاوہ ہو۔

ابن عابدین شامی نے استطاعت میں تندرستی، راستے کا امن اور محرم کو ادائیگی کی شروط قرار دیا ہے[۶]

کاسانی نے استطاعت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مریض، معذور، اپاہج، مفلوج اور ایسے بوڑھے پر جو خود سواری پر

۱:۔ شافعی، الام ج ۲ (قاہرہ، ۱۳۲۱ھ) ص ۹۶

۲:۔ ایضاً ص ۱۰۴   ۳:۔ مغنی المحتاج ج ۱ ص ۴۶۳ (قاہرہ، ۱۹۵۸)

۴:۔ فتح القدیر (قاہرہ، ۱۳۵۶ھ) ج ۲ ص ۱۲۴۔ اصول فقہ میں وجوب اور وجوب ادا میں فرق کیا گیا ہے وجوب کا مطلب فعل کی ایسی حالت ہے کہ اس کا تارک فوراً مذمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور وجوب ادا کا مطلب ہے کہ فعل تو واجب ہو گیا لیکن اگر کوئی مانع موجود ہو تو اس کا تارک فوری طور پر مذمت اور سزا کا مستحق نہیں ہوگا۔ فعل کے وجوب کی ایسی حالت کو وجوب ادا کہتے ہیں لیکن فقہا کے نزدیک وجوب ادا کے بغیر وجوب بے معنی اور ناممکن ہے اس لئے وہ اس فرق کے قائل نہیں۔

۵:۔ ایضاً   ۶:۔ رد المحتار، ج ۲، ص ۱۹۳

نہ چڑھ سکتا ہو، حج فرض نہیں ہے[1]

فتاویٰ عالمگیری میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:۔

"توشہ اور سواری کے مالک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کے پاس اپنی حاجت سے زیادہ مال ہو یعنی رہنے کے مکان، لباس، خادم اور گھر کے اسباب کے سوا اس قدر سرمایہ ہو کہ سواری پر مکہ کو جائے اور آدے۔ پیادہ چلنے کا اعتبار نہیں اور وہ اس کے قرض کے سوا ہو اور اپنے لوٹ کر آنے کے وقت تک اس سرمایہ کے علاوہ اپنے عیال کا خرچ اور مرمت مکان وغیرہ کا صرف دے سکے[2]

منجملہ ان [شرائط] کے بدن کی سلامتی ہے۔ اپاہج پر حج واجب نہیں۔ اسی طرح وہ بوڑھا جو سواری پر بیٹھ نہیں سکتا اس پر بھی حج واجب نہیں اور مریض کا بھی یہی حکم ہے[3]

خلاصہ مباحث | استطاعت کے مفہوم کی مندرجہ بالا بحث سے مجموعی طور پر مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:۔

(۱) حج صرف اسی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو اور اسی وقت فرض ہوگا جب استطاعت ہوگی۔

(۲) حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔

(۳) استطاعت کے مفہوم میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں اگر یہ نہ ہوں تو حج فرض نہیں ہوگا:۔

(ا) جسمانی استطاعت:۔ جسمانی طور پر آدمی اتنی طاقت رکھتا ہو کہ بغیر کسی خاص مشقت کے سفر کر سکے اور مناسک حج ادا کر سکے۔ چنانچہ مریض، معذور، اپاہج، مفلوج، ضعیف العمر اور ایسے لوگوں پر جو جسمانی طور پر دوسروں کے محتاج ہوں حج فرض نہیں۔

(ب) محرم:۔ بعض فقہا کے نزدیک چونکہ عورتیں بھی معذوری کی اس تعریف میں شامل ہوتی ہیں جن کی بنا پر وہ سفر میں دوسروں کی محتاج ہوتی ہیں۔ اس لئے عورتوں کے ساتھ محرم کا ہونا استطاعت کے لئے شرط ہے چنانچہ اگر محرم ساتھ نہیں تو حج ساقط ہو جائے گا۔

(ج) مالی استطاعت:۔ مالی طور پر آدمی کو اتنی استطاعت ہو کہ گھر سے بیت اللہ تک آنے جانے کا کرایہ، راستے کا سفر قیام کا خرچ، گھر کے اخراجات اور بیوی بچوں کے اخراجات سب کے لئے کافی سرمایہ موجود ہو۔ اگر اتنی استطاعت نہیں تو حج فرض نہیں ہوگا۔ یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ یہ استطاعت قرض سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اگر کسی کے ذمے قرض ہو تو استطاعت

۱:۔ کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲ (قاہرہ، ۱۳۲۸ھ) ص ۱۲۱

۲:۔ فتاویٰ عالمگیری ترجمہ سید امیر علی، جلد دوم (لکھنؤ، نولکشور، ۱۹۳۲) ص ۴۱

۳:۔ ایضاً ص ۴۳

کا فیصلہ اس کی ادائیگی کے بعد کیا جائے گا۔

د)۔ راستے کا امن :۔ فقہا کے نزدیک اگر راستے میں امن نہ ہو۔ جنگ چھڑی ہوئی ہو، دشمن کا علاقہ راستے میں پڑتا ہو، سفر میں مال وجان کا خطرہ ہو تو یہ صورت حال عدم استطاعت شمار ہوگی۔

جدید مسائل | گزشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ استطاعت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ شرعی احکام میں انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں ٹھہرایا جاتا بلکہ ایسی صورت پیش آئے کہ کسی حکم کی بجا آوری طاقت سے باہر ہو تو اس حالت میں وہ حکم واجب نہیں رہتا مختلف زمانوں میں فقہا اور مفسرین نے استطاعت حج کی جو تعبیریں اور تعریفیں کیں بلکہ "زاد" اور "سواری" کے علاوہ "محرم" اور "راستے کے امن" کی شرائط کا جو اضافہ کیا اس میں یہی اصول ان کے پیش نظر تھا۔ ان فقہاء کے زمانے کے مقابلے میں آج کے حالات بالکل بدل گئے ہیں لہٰذا استطاعت کے معانی اور تقاضوں میں بھی تبدیلیاں ہونا لازمی ہیں۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ استطاعت کے معانی پر نئے حالات کی روشنی میں غور کیا جائے۔

دور جدید میں جو بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں ان میں سے بعض تو محسوس اور واضح قسم کی ہیں جن کا حج کے سفر اور اس کے اخراجات پر اثر پڑنا لازمی ہے مثلاً ذرائع آمد و رفت پہلے کی نسبت کہیں بہتر ہیں لیکن اس کی وجہ سے سفر خرچ میں بھی اضافہ ہو گیا ہے، آبادی میں اضافے کی شرح بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہے اس کی وجہ سے ہر سال حاجیوں کی تعداد میں اضافہ ہونا لازمی ہے، اسی طرح زمانہ قدیم کے مقابلے میں ملکی سکوں کی کھپت کا دائرہ بالکل محدود ہے اس لئے بیرون ملک اخراجات کے لئے زرمبادلہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ایسی تبدیلیاں ہیں جو بہت واضح قسم کی ہیں اس لئے ان کے اثرات کو تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی تذبذب نہیں۔

کچھ تبدیلیاں ایسی ہیں جو غیر محسوس قسم کی ہیں تاہم ان کے اثرات استطاعت کے مفہوم پر براہ راست پڑتے ہیں لیکن چونکہ ان تبدیلیوں کا ہمیں احساس نہیں اس لئے ان کے اثرات کو قبول کرنے میں ایک طرح کی ہچکچاہٹ ہے۔ ہم ان کے بارے میں مختصراً کچھ عرض کریں گے۔

ان تبدیلیوں میں سے ایک استطاعت کا نیا تصور ہے جس میں انفرادی استطاعت کے ساتھ ساتھ ملک کی مالی استطاعت کا پہلو بھی سامنے آتا ہے۔ یہ تصور حکومت کے جدید تصورات اور تقاضوں کے تحت ابھرا ہے۔ آج کے دور میں شہریت کی تعریف اور شہریوں کے حقوق و فرائض کے تعین میں نہایت اہم تبدیلیاں آئی ہیں۔ نئے تصورات کے تحت اپنے شہری کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری ملک کے اندر ہی نہیں ملک کے باہر بھی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے انتظامات حج حکومت

کے فرائض میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس کے ذمے ہے کہ وہ سفرِ حج کو بہتر سے بہتر بنائے۔ سفر کے وسائل مہیا کرے۔ راستے میں پڑنے والے ملکوں خصوصاً سعودی عرب میں ان کے داخلے اور قیام کی رسمی شرائط کو پورا کرنے میں مدد دے وہاں قیام وطعام کی آسائشیں فراہم کرنے میں مدد کرے۔ اس طرح وہ ایک طرف حاجیوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری لیتی ہے اور دوسری طرف دوسری حکومتوں سے اپنے حاجیوں کی صحت، تندرستی، حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے مراعات حاصل کرتی ہے ان کے ساتھ اس سلسلے میں تعاون کی پابند ہوتی ہے۔ ظاہر ہے ان تمام انتظامات کے لئے حکومت کو بڑے پیمانے پر اخراجات کرنے پڑتے ہیں ان اخراجات میں زیادہ تر زرمبادلہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ جہاں تک زرمبادلہ کی فراہمی کا مسئلہ ہے اس میں حکومتوں کے ذرائع محدود ہوتے ہیں چنانچہ اس طرح ملک کی مالی استطاعت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے یہ انتظامات حاجیوں کی غیر محدود تعداد کے لئے ممکن نہیں اس لئے اس سلسلے میں کچھ پابندیاں ضروری ہو جاتی ہیں اور یوں ملک کا مالی استطاعت کا مسئلہ روز بروز اہم ہوتا جاتا ہے۔

فقہا کے زمانے میں حج کا انتظام انفرادی ذمہ داری تھی تو استطاعت کی تعریف بھی فرد کے اعتبار سے کی جاتی تھی آج جب کہ انتظاماتِ حج کی ذمہ داری اجتماعی ہے اور ملک کی حکومت کے ذمے ہے تو استطاعت کی تعریف کرتے وقت اس نئے زاویے کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کسی ملک کی استطاعت کی تعریف اس کے ذرائع آمدنی اور زرمبادلہ کی فراہمی کی استطاعت کے اعتبار سے ہوگی۔ چنانچہ جس طرح انفرادی سطح پر مالی استطاعت کا مفہوم یہ نہیں کہ انسان کے پاس صرف اتنا سرمایہ ہو کہ حج کے سفر پر جا سکے اور اس کے علاوہ گھر کے اور اہل وعیال کے اخراجات کے لئے سرمایہ نہ بچتا ہو اسی طرح کسی ملک کی مالی استطاعت کا بھی یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ حج کے انتظامات پر خرچ کرنے کے بعد اس کے پاس ملک کے دیگر اخراجات کے لئے زرمبادلہ نہ بچے کسی ملک کی مالی استطاعت کی تعریف یہ ہوگی کہ زرمبادلہ کی ملکی ضروریات کے بعد جو زرمبادلہ بچتا ہو اس میں جتنے حاجیوں کے سفرِ حج کے انتظامات ممکن ہوں ان سے زیادہ کے بارے میں حکومت کچھ پابندیاں عائد کرنے پر مجبور ہوگی اور یہ پابندیاں انفرادی استطاعت حج کی تعریف پر بھی اثر انداز ہوں گی۔

دوسری بات جو قابلِ غور ہے اس کا تعلق ہمارے تصورِ دین سے ہے۔ ہم یوں تو بڑے شد ومد سے کہتے ہیں کہ اسلام میں عیسائیت کی طرح کلیسا اور بادشاہ کی تفریق موجود نہیں لیکن اندیشہ یہ ہے کہ عیسائی استعمار کے دور میں یہ تفریق کسی نہ کسی طرح ہمارے اندازِ فکر اور طرزِ عمل میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم فرائضِ دین اور واجباتِ حکومت میں واضح تفریق کرنے لگے ہیں حتیٰ کہ ہم میں سے اکثر اول الذکر کی ادائیگی کے بعد مؤخر الذکر کی بجا آوری کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ مؤخر الذکر سے بچنے کی کوشش میں اکثر اول الذکر کی روح کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ سر دست ہم اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتے۔ تاہم اس طرزِ فکر کا حج کے فریضے پر جو اثر پڑتا ہے اس کی طرف اشارہ ضرور کرنا چاہتے ہیں۔

حج کے انتظامات کے سلسلے میں حکومت مصالحِ عامہ کے پیشِ نظر کچھ قواعد وضع کرتی ہے لیکن اکثر لوگ ان کی

پابندی کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان قواعد کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہوتی [1] مثلاً پاسپورٹ کے سلسلے میں غلط معلومات مہیا کرتے ہیں، تندرستی کے جعلی سرٹیفیکیٹ حاصل کرتے ہیں، حج کے سلسلے میں جھوٹے حلف نامے داخل کرتے ہیں یا مختلف حیلے اختیار کرتے ہیں، اپنی عمر کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں، دوسری اور تیسری مرتبہ حج پر جانے کے لئے غلط بیانی سے کام لیتے ہیں خواتین ایسے لوگوں

ا:۔ برصغیر پاک وہند میں انتظامات حج کی ذمہ داری کب سے حکومت نے سنبھالی، اس کی تاریخ کا تعین مشکل ہے لیکن ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۳ء کے سفرناموں میں (مثلاً منشی امیر احمد کاکوروی کا سفر سعادت، لکھنؤ ۱۹۳۲ء اور خاموش فتح پوری کا مرقع حجاز، آگرہ ۱۹۳۵ء) قرنطینہ وغیرہ کی پابندیوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے اور ایسے واقعات نقل ہیں جن میں حج پر جانے والے غلط بیانی سے کام لے کر تندرستی کے سرٹیفیکیٹ حاصل کرتے ہیں

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے ضمن میں حکومت کی طرف سے عائد پابندیوں کو مذہب میں دخل اندازی سمجھا جاتا تھا اور ان کی خلاف ورزی کو جرم خیال نہیں کیا جاتا تھا اس سلسلے میں سب سے اہم ایک فتویٰ ہے جو ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۳۲ھ کے دوران پوچھا گیا۔ سوال تھا "اگر کوئی سلطنت اپنی مسلمان رعایا کے سفر حج پر جانے میں یہ شرط لگائے کہ جس شخص کے پاس صرف مکہ معظمہ تک پہنچنے کا کرایہ ہو اور وہاں سے واپسی کا خرچ اس کے پاس نہ ہو تو اس کو جہاز کا ٹکٹ نہ دیا جائے" تو آیا یہ حکم بموجب شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں اور ایسا حکم مسلمان کے مذہبی معاملات میں مداخلت سمجھا جائے گا یا نہیں اور آیت وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا میں مصارف واپسی کی استطاعت بھی داخل ہے یا نہیں؟

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دیوبند نے اس کا جو جواب دیا وہ بے حد دلچسپ ہے اور اس تفریق کی غمازی کرتا ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس کو تسلیم کرتے ہوئے کہ واپسی کا کرایہ بھی استطاعت کے مفہوم میں شامل ہے مفتی صاحب اس کی تاویل کرتے ہیں اور حکومت کی جانب سے ایسی قیود اور پابندیوں کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"..... اس میں کوئی شک نہیں کہ حج بیت اللہ کی فرضیت کے لئے اس قدر مال ہونا جو حاجی کی تمام ضروریات سفر و حضر کو کافی ہو شرط ہے، مگر اس میں بھی تاویل تھی کہ مذہب اسلام میں مطلوب اور پسندیدہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان غریب یا امیر حج ادا کرے اور ایک دفعہ پر بس نہ کرے، غیر مذہب والے اور ناواقف گو اس عبادت کو وقعت کی نظر سے نہ دیکھیں اور مجنونانہ حرکت سمجھیں مگر وہ مسلمان جو اس حکم کے اغراض و مقاصد کو سمجھے ہوئے ہیں ان سے پوچھنا چاہیئے کہ اس کی نظر میں حج بیت اللہ اسلام کے لئے کس قدر مہتم بالشان، ضروری اور مفید و واجب التعمیل ہے۔ اس حالت میں ادائے حج کے لئے ایسی قیدیں لگانا جس سے حاجیوں کو جانے میں تنگی پیش آئے یا غریبوں کا جانا بالکل موقوف یا کم ہو جائے بالیقین مذہبی مداخلت ہے اور اس آزادگی کے خلاف ہے جو گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے مذہب والوں کو دی گئی ہے پس مسلمان کو ان قیود کے ہٹانے کی کوشش کرنا اور گورنمنٹ سے درخواست کرنا فرض اسلام ہے" (فتاوی دارالعلوم دیوبند مرتبہ مفتی محمد شفیع، کراچی مکتبہ دار الاشاعت۔ ن ص ۲۱۳)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے نام محرم کے طور پر درج کراتی ہیں جو شرعی طور پر ان کے محرم نہیں ہوتے۔ یہ سب کچھ کرتے وقت لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ محض حکومت کی پابندیوں کی خلاف ورزی نہیں کر رہے بلکہ دین کے بنیادی تصورات اور اصولوں کی مخالفت کے بھی مرتکب ہو رہے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان تبدیلیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے طرز فکر کا تجزیہ کریں اور نئے تقاضوں کی روشنی میں استطاعت کے مفہوم کا تعین کرنے کی کوشش کریں اس ضمن میں چند معروضات غور و فکر کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) جسمانی استطاعت:۔ حاجیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے مناسک حج کی ادائیگی تندرست و توانا لوگوں کے لئے بھی خاصی مشکل ہوتی جا رہی ہے کمزور اور بیمار لوگوں کے لئے تو اور بھی دقت طلب ہے۔ اس ضمن میں اگر حکومتیں اپاہج، معذور اور ضعیف لوگوں کو حج پر جانے سے منع کریں تو یہ استطاعت کے شرعی مفہوم کے عین مطابق ہوگا۔

جسمانی استطاعت کے ضمن میں مریض کے لئے حج واجب نہ ہونے کے بارے میں فقہا نے کافی تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ نئے تقاضوں کے تحت "مرض" کے مفہوم کو مزید وسعت دینا ضروری ہے۔ اس میں حفظان صحت کے وسیع تر معانی کو شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ تندرستی کی یہ تعریف کہ حج پر جاتے والے چلنے پھرنے اور سواری پر چڑھنے اترنے کی قوت رکھتے ہوں کافی نہیں۔ ایسے مریض جو چل پھر سکتے ہوں لیکن اگر وہ متعدی امراض میں مبتلا ہوں اور ان سے دوسروں کے بیمار ہونے کا خطرہ ہو تو ان کو بھی ایسے مریضوں میں شمار کرنا ضروری ہے جن پر حج واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسے لوگ بھی جو حفظان صحت کے طریقوں کی پیروی نہ کرتے ہوں اور ان کی وجہ سے دیگر حاجیوں میں امراض پھیلنے کا خطرہ ہو ان پر بھی ایسی پابندیاں لگانا ضروری ہیں۔

۲:۔ مالی استطاعت:۔ اس ضمن میں سب سے اہم زرمبادلہ کا مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت کا مختصراً ذکر ہو چکا ہے چنانچہ مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حکومت یہ طے کرنے کی مجاز ہے کہ ایک حاجی کے سفر حج اور قیام و طعام کے اخراجات کے لئے کتنا زرمبادلہ درکار ہوگا اور اس لحاظ سے مالی استطاعت کا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ کسی کے پاس اپنے گھر کے اور اہل و عیال کے اخراجات کے علاوہ اس قدر رقم موجود رہے جس کا اندازہ حکومت نے کیا ہے تو اس پر حج فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

(بقیہ حاشیہ) انگریزوں کی حکومت کی مخالفت میں اس قسم کے فتوٰی کی مصلحت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے لیکن اس سے احکام شریعت کی اطاعت میں جو دوئی کا تصور ابھرتا ہے اس کے اثرات اور نقصانات بہت دوررس ہیں چنانچہ اس کی شہادت ہمیں اسی زمانے کے ایک سفرنامے سے ملتی ہے۔ مرقع حجاز (حوالہ بالا ص ۲۷۹) کے مصنف اپنے ۵ شوال ۱۳۵۳ھ کے روزنامچے میں لکھتے ہیں۔

"آج سنا گیا ہے کہ بہت سے ایرانی حاجی ریاض کے راستے سے پیدل آئے ہیں۔ مفلس تھے اس لئے ملک الحجاز والنجد نے اپنی موٹر لاریوں پر ان کو یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ حکومت حجاز نے بار بار اعلان کر دیا ہے کہ جس کے پاس چھ سات سو روپے کا ڈول نہ ہو وہ حج کا ارادہ نہ کرے کیونکہ اس پر فرض نہیں۔"

۳:- انتظامات کی استطاعت: حج کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے حکومتیں مختلف پابندیاں عائد کرتی ہیں۔ ان میں پاسپورٹ، سفر کے کاغذات، مختلف درخواستیں، حلف نامے اور دستاویزات وغیرہ کی فراہمی شامل ہیں ان کا تمام تر مقصد حاجی کے جان ومال کی حفاظت ہوتا ہے۔ ان ہی کاغذات کی بنیاد پر حکومت باہر کی حکومتوں سے ضروری مراعات حاصل کرتی ہے۔ ان انتظامات میں روز بروز وسعت ہوتی جارہی ہے اور حاجیوں کی تعداد میں روز بروز اضافے کی وجہ سے ان پابندیوں میں اضافہ بھی ناگزیر ہے۔ چونکہ یہ سارے انتظامات حاجیوں کی بہتری کے لئے ہیں اس لئے ان کی استعداد، استطاعت کے مفہوم میں اسی طرح ضروری ہے جس طرح فقہا کے نزدیک "راستے کا امن" استطاعت کی شرط ہے۔

ہم نے ان جدید مسائل کی طرف مختصراً اشارہ کرکے ان کی روشنی میں استطاعت کے مفہوم کے تعین کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ان معروضات کے ذریعے ہم اسلامی دنیا کے علماء اور فقہا کی توجہ استطاعت حج کے ان نئے تقاضوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں تاکہ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ان مشکلات کو دور کیا جاسکے جن کی وجہ سے خطرہ ہے کہ استطاعت کے مفہوم کا جزو بن کر وہ کہیں ان معانی کے نظرانداز کرنے کا موجب نہ بن جائیں جن کی وجہ سے حج کا متبرک و بامقصد فریضہ دوسرے مذاہب کے "مقدس سفروں" سے ممتاز ہے۔

*****